سلسلۂ رسائل سیرت

۷

غریبوں کی حاجت روائی

اور اُسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا سید عبد الرشید

ناشر

المعهد العالی الاسلامی حیدرآباد (تلنگانہ اسٹیٹ)

پیش لفظ

قرآن مجید نے اپنے لانے والے کی جو تصویر پیش کی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں، نہ آپ کی رحمت مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے، نہ عربوں کے ساتھ، نہ کسی خاص رنگ ونسل کے لوگوں کے ساتھ؛ یہاں تک کہ آپ کی رحمت وشفقت بنی نوع انسان تک بھی محدود نہیں ہے؛ بلکہ آپ ﷺ نے دوسری مخلوقات کے ساتھ بھی رحم وکرم کی تعلیم دی ہے؛ مگر افسوس کہ غیر مسلم بھائی سیرت محمدی کے اس پہلو سے واقف نہیں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ صرف مسلمانوں کے پیغمبر اور محسن ہیں، مغربی مصنفین اگر بہت مہربان ہوں تو زیادہ سے زیادہ آپ ﷺ کو عربوں کا نبی قرار دیتے ہیں۔

اسی پس منظر میں سہ روزہ بین الاقوامی سیرت نبوی سیمینار — جو ۱۲-۱۴ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق: ۲۱-۲۳ / فروری ۲۰۱۶ء کو المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد میں منعقد ہو رہا ہے — کی مناسبت سے ۱۶ / رسائل کی ترتیب کا منصوبہ بنایا گیا؛ جس میں رسول اللہ ﷺ کی ہمہ گیر رحمۃ للعالمینی کو پیش کیا جائے اور برادرانِ وطن کے درمیان آپ ﷺ کا صحیح تعارف کرایا جائے، کوشش کی گئی ہے کہ یہ رسائل مختصر ہوں، زبان آسان ہو اور ہر بات معتبر حوالہ سے کہی جائے، انشاء اللہ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ تک کوشش کی جائے گی کہ انگریزی اور ہندوستان کی تمام علاقائی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو جائے اور اسے بڑی تعداد میں برادرانِ وطن تک پہنچایا جائے۔

اسی سلسلہ کا ایک حصہ یہ رسالہ ''غریبوں کی حاجت روائی اور اُسوۂ نبوی ﷺ'' ہے، جس کو جناب مولانا سید عبدالرشید (لکچرار شعبۂ اسلامک اسٹڈیز: مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد) نے مرتب کیا ہے — **فجزاه الله خير الجزاء** — دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اس کے مقصد کے اعتبار سے مفید بنائے اور رسول اللہ ﷺ کے تعارف کی جو ذمہ داری اس اُمت پر ہے، اس کا کوئی حصہ اس کوشش کے ذریعہ ادا ہو سکے، **ربنا تقبل منا إنک أنت السميع العليم**۔

۱۲ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ — **خالد سیف اللہ رحمانی**

۲۱ / فروری ۲۰۱۶ء — (خادم: المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)



حضرت محمد ﷺ دنیا میں رحمت للعالمین بنا کر بھیجے گئے، رسول اللہ ﷺ کا بچپن یتیمی کی حالت میں گذرا، چھ سال کی عمر میں والدہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، آٹھ سال کی عمر میں شفقت کرنے والے دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا، جنھوں نے اپنے بعد آپ کی ذمہ داری ابوطالب کو دی، ابوطالب کثیر العیال تھے، حضرت محمد ﷺ نے ان پر بوجھ بننے کے بجائے نوعمری ہی میں بکریاں چرانی شروع کردی، (۱) جس سے کچھ آمدنی ہوئی، اور اپنے چچا کی مدد کرتے، ان حالات سے گذرنے کی وجہ سے وہ سماج کے کمزورطبقات کا دکھ درد زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے تھے، اس وجہ سے جب وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوئے تو مکہ میں مجبور اور لاچار انسانوں کے لئے مسیحا بن کر اُبھرے، مکہ کے سردار خاندان سے ہونے کی وجہ سے آپ کی عزت ہوسکتی تھی؛ لیکن آپ کے پاس مال و دولت نہ تھی، جو عزت کمانے کا بڑا ذریعہ تھی، آپ ﷺ کے کردار کی پاکی اور بلندی کی وجہ سے یہ کمی پوری ہوئی، خصوصاً آپ کی سچائی اور حق گوئی نے مکہ والوں کو بہت متاثر کیا، اور آپ کو صادق یعنی سچ بولنے والے کا لقب ملا، اور جلد ہی آپ کو عزت کی نظروں سے دیکھا جانے لگا، آپ مکہ کے بازار میں تجارت کرتے تھے؛ (۲) کیوں کہ امانت کو جانچنے کا بڑا ذریعہ تجارت ہے، آپ کو امین کا لقب بھی عطا ہوا۔

ذیل میں ہم آپ ﷺ کی زندگی کے ایک پہلو یعنی غریبوں کی ضروریات پوری کرنے سے متعلق آپ ﷺ کے طریقہ اور عمل کا مشاہدہ کریں گے؛ تاکہ ہمارے سامنے ایک عمدہ نمونہ آسکے، اور اس کی روشنی میں ہم اپنے لئے عمل کا راستہ طے کرسکیں۔

حلف الفضول میں شرکت

رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف بیس سال کی ہوگی کہ مکہ میں ایک واقعہ ہوا، جس نے اشراف مکہ میں سے کئی افراد کو فکرمند بنا دیا، ہوا یوں کہ قبیلہ زبید کا ایک آدمی اپنا سامان لے کر مکہ آیا، ایک

(۱) صحیح بخاری، عن ابی ہریرہؓ: ۲۲۶۲۔ (۲) سنن ابی داؤد، عن عبداللہ بن ابی الحمساء: ۴۹۹۶۔

ذی اثر اور مالدار شخص عاص بن وائل نے سامان خریدا، اور قیمت روک لی، زبیدی نے شہر میں اپنے حلیفوں سے مدد طلب کی؛ لیکن کوئی بھی عاص بن وائل کے اثر ورُسوخ کی بنا پر مدد کو تیار نہ ہوا، یہ دیکھ کر زبیدی نے صبح سویرے ابوقبیس نامی پہاڑ پر چڑھ کر اپنی مظلومیت کا رونا رویا، اور قریش کی عزت وکرامت کی دہائی دی، صبح کے وقت تمام قبائل کعبہ کے گرد بیٹھا کرتے تھے، سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کے چچا زبیر نے اس کی مدد کا بیڑا اُٹھایا، اور کئی افراد کو مظلوم کی حمایت کے لئے تیار کیا، یہ لوگ عبداللہ بن جدعان نامی ایک سردار کے گھر جمع ہوئے، ایک تنظیم بنائی، اور معاہدہ کیا کہ مکہ میں کسی بھی مظلوم کا حق مارا نہ جائے گا، اور سب مل کر ظالم کو ظلم سے روکیں گے اور مصیبت زدوں کی معاشی امداد بھی کریں گے، (۱) یہ لوگ اُٹھ کر عاص بن وائل کے پاس گئے، اور اس سے بزور وقوت سامان واپس لے کر زبیدی کو دیا، اس وقت اگر چہ حضرت محمد ﷺ اپنی قوم کے عادات واطوار سے اتفاق نہ کرتے تھے؛ لیکن مظلوموں کی اعانت کے لئے آپ نے پورے شعور اور شوق کے ساتھ اس میں شرکت کی، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے :

شَهِدتُ مَعَ عُمومَتِي حِلفَ المُطيّبينَ ، فَمَا أُحِبُّ أنْ أَنكُثَهُ وأَنَّ لِي حُمْرَ النَّعَمِ ۔ (۲)

میں نے اپنے چچاؤں کے ساتھ مطیبین کے معاہدہ میں شرکت کی ہے ، میں سرخ اُونٹوں کے بدلہ میں بھی اس کو نہیں توڑ سکتا۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر اسلام کی آمد کے بعد بھی مجھے اس میں شرکت کے لئے بلایا جاتا تو میں اس میں ضرور شرکت کروں گا۔ (۳)

جب آپ ﷺ کی عمر پچیس برس کی ہوئی تو بی بی خدیجہؓ سے شادی ہوئی، جو ایک تجربہ کار اور عقل مند خاتون تھیں، ان کے ساتھ برسوں کی رفاقت رہی، عمر کے بڑھنے کے ساتھ آپ ﷺ کے اندر مذہبی رسم ورواج اور سماجی برائیوں پر سوچ بچار بڑھتا جا رہا تھا، آپ ﷺ مکہ کی آبادی کی رونقوں اور شور شرابے سے دُور حرا نامی ایک پہاڑ کے غار میں چلے جاتے، اور دنیا کی اصلاح کے

(۱) سیرت ابن ہشام: ۱/ ۱۳۳، الروض الانف: ۲/ ۴۷۔
(۲) الادب المفرد، عن عبدالرحمٰن بن عوف: ۵۶۷۔
(۳) سیرت ابن ہشام: ۱/ ۱۳۴۔

بارے میں غور وفکر کرتے، ایک تڑپ تھی، جو انسانیت کے غلط راستے پر چلنے کی وجہ سے بڑھتی جا رہی تھی، یہاں تک کہ کھانا پینا بھی بار بن گیا، کئی کئی دن تک اپنے گھر واپس نہ آتے، بے چینی، بے قراری بڑھتی جا رہی تھی، شاید کسی چیز کا انتظار تھا، اور کہیں سے اُمید پوری ہونے والی تھی، اس کی کچھ علامتیں بھی نظر آنے لگی تھیں، یہاں تک کہ ایک روز اسی غم اور فکر میں غار حرا میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک فرشتہ آیا، اور اس نے آسمانوں کے اوپر سے اللہ کا پیغام حضرت محمد کو سنایا، حضرت محمد کو معلوم تھا کہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری دی جا رہی ہے، جس کو اُٹھانا شاید کسی دوسرے انسان کے بس کی بات نہ تھی، یہ ذمہ داری خدا کا پیغام بندوں تک پہنچانے کی خدمت تھی، ان بندوں تک جو اب تک خدا سے دُور تھے، اور اس کو پہچانتے نہ تھے، آپ ﷺ اس ذمہ داری کا بہت زیادہ بوجھ محسوس کرتے تھے، اس وقت حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کی جن صفات کو خصوصیت سے ذکر کیا وہ یہ تھیں:

> بخدا اللہ آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا، آپ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں، دوسروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، محتاج کی حاجت روائی کرتے ہیں، مہمان کی ضیافت کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والی مشکلات میں مددگار بنتے ہیں۔(۱)

پندرہ برس کی رفاقت میں بیوی کو شوہر کے جن عادتوں اور کاموں کا تجربہ ہوا، وہ یہی تھے، اور یہ رفاہی سرگرمیاں نبوت کے کام میں معاون بننے والی تھیں۔

بہر حال جو کام دیا گیا تھا، شروع کیا، اور اسلام کی تبلیغ کو پھیلانے لگے، حضرت محمد ﷺ نے جو پکار لگائی، اس کو لوگ آسانی سے قبول کرنے والے نہ تھے، مذہبی پیشوا دشمن بن گئے، سرداروں کو ایسا محسوس ہوا کہ اب آقا اور غلام برابر قرار دیئے جائیں گے؛ لہٰذا لوگوں نے آپ کو ستانا شروع کیا، مکہ کے لوگ نہ تو مذہب میں اصلاح چاہتے تھے، اور نہ سماج میں جو ظلم و زیادتی اور طبقہ واریت تھی، اس کو ختم کرنا چاہتے تھے، اس کے باوجود اگر کسی کمزور ولاچار کی مدد کا مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ فوراً اس کی فکر کرتے، اور اس کو حل کرنے کے لئے اپنے سخت سے سخت دشمن کے پاس جانے سے بھی نہیں کتراتے تھے۔

● ایک دفعہ کا ذکر ہے، قبیلہ اراش کا ایک شخص کچھ اونٹ لے کر مکہ آیا، ابوجہل نے اس کے

(۱) صحیح بخاری، عن عائشۃ: ۳۔

اونٹ خرید لئے، اور قیمت دینے میں ٹال مٹول کرنے لگا، وہ بے چارہ بہت پریشان ہوا، حرم گیا، وہاں قریشی سرداروں سے فریاد کی اور کہا کہ میں اس شہر میں اجنبی ہوں، مسافر ہوں، میری مدد کرو، قریشی سرداروں نے کہا: ہم تو کچھ نہیں کر سکتے، تم اس کونے میں بیٹھے ہوئے شخص سے جا کر کہو، وہ تمہارا روپیہ دلا دیں گے، اراشی ناواقف تھا، اور اس کو معلوم نہ تھا کہ ابوجہل حضرت محمد ﷺ کا کتنا زیادہ دشمن ہے، وہ شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور ابوجہل کی شکایت کی کہ ابوجہل نے میرا حق مارا ہے، میں نے فریاد کی تو لوگوں نے آپ کا پتا بتایا، آپ میرا حق دلا دیں، آپ ﷺ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے، اور اسے لے کر ابوجہل کے گھر کی طرف چل دیئے، کنڈی کھٹکھٹائی اور ابوجہل سے کہا: اس کا حق ادا کرو، ابوجہل کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا، اس نے کوئی جواب نہ دیا، اور قیمت لا کر اونٹ والے کو دیدی، (۱) یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی جرأت اور حق کی حمایت میں آپ کی سرگرمی کو ظاہر کرتا ہے، باوجود یہ کہ اس وقت آپ کے سامنے بے شمار مسائل تھے، اور ابوجہل کو آپ سے سخت نفرت تھی؛ لیکن مظلوم کی فریادرسی کے لئے آپ ﷺ نے فوری قدم اُٹھایا۔

● ایک دن رسول کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حرم میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ زبید کا ایک آدمی آیا، اس نے پکارا: قریش کے لوگو! تمہارے یہاں کون تجارتی مال لانے کی ہمت کرے گا، جب کہ تم باہر سے آنے والوں کو لوٹ لیتے ہو؟ وہ شخص کعبہ کے پاس لگے ہوئے قریش کے حلقوں میں ہر حلقہ کے پاس جا کر آواز لگاتا رہا؛ لیکن کہیں سے اس کو مدد کی اُمید نہ نظر آئی، یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کے حلقہ کے پاس پہنچا اور فریاد کی، حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: کس نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ زبیدی نے جواب دیا: ابوالحکم نے، میں اپنے علاقہ کے سب سے عمدہ تین اونٹ لے کر آیا ہوں، ابوجہل نے مجھ سے تین اونٹ خریدنے کی بات کی اور قیمت کم لگائی، وہ صرف ایک تہائی قیمت دینا چاہتا ہے، اب اس کے مقابلہ کوئی شخص ان اونٹوں کو اس سے زیادہ قیمت پر خریدنے تیار نہیں، میرا بہت گھاٹا ہوجائے گا، یہ دیکھ کر حضور ﷺ اس کے اونٹوں کے پاس گئے، دیکھا کہ بہت فربہ اونٹ ہیں، آپ نے اس کی مرضی کی قیمت لگائی، اور تینوں اونٹوں کا سودا کیا، پھر ان میں سے دو اونٹ بیچ کر اس کی قیمت ادا کی، اور تیسرا اونٹ بیچ کر رقم اپنے قبیلہ کی بیواؤں کو پہنچایا، ابوجہل دُور بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا، آپ

---

(۱) سیرت ابن اسحاق: ۱۹۶۔

اس کے پاس گئے، اس کو ڈانٹا کہ خبردار! تم نے پھر کسی کے ساتھ یہ حرکت کی، جو اس بدو کے ساتھ کی ہے تو میں بری طرح پیش آؤں گا۔(۱)

● ایک بار کا واقعہ ہے، ایک شخص کا چھوٹا بچہ تھا، وہ شخص مرنے لگا، تو اس نے ابوجہل کو بلایا، گھر کا مال اور بچہ اس کے سپرد کیا کہ وہ نگرانی کرے، اور وصیت کرکے مر گیا، ایک دن وہ بچہ اس حال میں ابوجہل کے پاس آیا کہ اس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے، وہ بہت گڑگڑایا کہ اس کے باپ کے مال میں سے کچھ دیدے، مگر اس ظالم نے رحم نہ کھایا، بچہ کھڑے کھڑے مایوس ہوکر چلا گیا، قریشی سرداروں نے شرارتاً اس بچہ سے کہا کہ وہ محمد کے پاس جائے، وہ مال دلادیں گے، بچہ بھولا تھا، سیدھا حضور ﷺ کے پاس پہنچا، اپنا حال کہا، آپ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے، بچہ کو ساتھ لے کر اپنے بدترین دشمن ابوجہل کے گھر آئے، اس نے جیسے ہی حضور ﷺ کو دیکھا استقبال کے لئے بڑھا، جب آپ نے فرمایا کہ اس بچہ کا حق ادا کرو تو وہ فوراً مان گیا، اور مال لاکر بچہ کے سپرد کردیا۔(۲)

۶۲۲ء میں جب کہ آپ کی عمر ۵۳ سال کی تھی، مدینہ منتقل ہوئے، یہاں آپ ﷺ کی ذمہ داریاں بڑھ چکی تھیں، آپ کو نبی کی حیثیت سے دین کی تبلیغ بھی کرنی تھی، سربراہ مملکت کی حیثیت سے تمام شہریوں کی خبر گیری بھی کرنی تھی، ان حالات میں آپ نے غریبوں کی حاجت روائی کا انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح سے انتظام فرمایا۔

فقرائے مہاجرین کی ضرورتوں کے حل کی تدبیر

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اجتماعی طور پر فقرائے مہاجرین کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا مسئلہ درپیش ہوا، یہاں انفرادی طور پر حاجت روائی مسئلہ کا حل نہ تھی، آپ نے ان کا اجتماعی بندوبست فرمایا، اور مواخات کا نظام قائم کیا، یہ نظام دراصل ایثار، بے لوثی اور احسان پر قائم تھا، اور مکہ سے آنے والے مہاجرین اور مدینہ کے رہنے والے انصار کے درمیان ہونے والے اس بھائی چارہ نے ہمدردی، غمگساری اور ایثار کا ایسا نقش قائم کیا جو رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحات پر ثبت رہے گا، انصار نے مہاجرین کی حاجت روائی کی، مدینہ میں قائم ہونے والی اس نوخیز ریاست نے مہاجرین کے مسئلہ کو بڑی خوش اُسلوبی سے حل کیا، روایت میں آتا ہے کہ اس

(۱) الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثۃ الخلفاء: ۱/ ۲۳۰، امتاع الاسماع: ۶/ ۲۳۷۔

(۲) السیرۃ الحلبیۃ: ۱/ ۴۴۵۔

بھائی چارہ کا ایک عہد نامہ بھی تیار کیا گیا تھا، جو انسؓ کے گھر میں اور ایک روایت کے مطابق مسجد نبوی میں تحریر کیا گیا تھا، جس میں لکھا تھا کہ میراث کا نظام اب رشتہ داروں کے بجائے مواخات میں شریک ہونے والوں کے درمیان چلے گا، (۱) ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ نے دو تین مرتبہ بھائی چارہ کرایا تھا، (۲) بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے جیسے مہاجرین کی آمد ہوتی جاتی تھی، حضرت محمد ﷺ نئے آنے والوں اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کراتے تھے، (۳) جو کبھی مسجد میں انجام پاتا، اور کبھی کسی کے گھر میں، انصار مدینہ نے اس سلسلہ میں یہاں تک دلچسپی دکھائی کہ مہاجرین کو اپنے گھر لے جانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے لگے، اور جب بات نہ بنتی تو قرعہ نکالنے کی نوبت آتی۔ (۴)

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے پانچ ماہ بعد بھائی چارہ کرایا، (۵) مواخات کا نظام مدینہ سے پہلے مکی زندگی میں بھی مسلمانوں کے درمیان قائم کیا گیا تھا، (۶) ابن حجرؒ کہتے ہیں: متعدد علماء نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے درمیان دو مرتبہ بھائی چارہ کروایا تھا، ایک مرتبہ آپس میں صرف مہاجرین کے درمیان، اور دوسری مرتبہ مہاجرین اور انصار کے درمیان، حافظ ابن حجرؒ نے ابن عبدالبرؒ سے نقل کیا ہے کہ مہاجرین کے درمیان جو بھائی چارہ ہوا تھا وہ مکہ میں ہوا تھا، اور دوسری مرتبہ مدینہ آمد کے بعد ہوا۔ (۷)

مواخات کے اس نظام کی وجہ سے فقرائے مہاجرین کو بڑا سہارا ملتا تھا، مدینہ میں ان کے لئے سر چھپانے کی جگہ نہیں تھی، اپنا گھر بار، کاروبار اور زمینیں وغیرہ اپنے وطن میں چھوڑ کر انھیں ہجرت پر مجبور ہونا پڑا تھا، انصار ان کو گھر میں ٹھہراتے، کاروبار اور کھیتی باڑی میں شریک کرتے، ان کی دلجوئی کرتے، اور وطن کی فرقت کا غم دُور کرتے، (۸) اگر وہ بیمار ہوتے تو ان کی تیمارداری کرتے، انتقال ہوتا تو تجہیز و تکفین کرتے، (۹) اور اگر انصاری کا انتقال ہوتا تو رشتہ داروں کے

(۱) دیکھئے: صحیح بخاری، عن ابن عباس: ۲۲۹۲، عن انس: ۲۲۹۵۔
(۲) سنن ابی داؤد، عن انس: ۲۹۲۶۔ (۳) دیکھئے: صحیح بخاری، عن انس: ۶۰۸۲۔
(۴) دیکھئے: صحیح بخاری، عن اُم العلاء الانصاریہ: ۲۶۸۷۔
(۵) الاستیعاب: ۱/۴۲۔ (۶) فتح الباری: ۱۰/۵۰۱۔
(۷) فتح الباری: ۷/۲۷۰۔ (۸) الروض الانف: ۴/۱۷۸۔
(۹) صحیح بخاری، عن اُم العلاء الانصاریہ: ۲۶۸۷۔

بجائے مہاجر بھائی ان کے وارث ہوتے ، انصار کے اس احسان وایثار کا مہاجرین نے غلط فائدہ نہیں اُٹھایا ، وہ ان پر بوجھ بننے کے بجائے ان کی مدد کرتے ، اور محنت کرکے اپنی روزی مہیا کرتے ، مدینہ کے انصار کو کھیتی باڑی کا تجربہ تھا، اور مکہ سے آنے والے تجارت اور کاروبار کے ماہر تھے، اگر چہ کہ مدینے کی آمدنی کے ذرائع کے حساب سے مہاجرین کی تعداد زیادہ تھی ؛ لیکن محبت اور ایثار کے جذبات کے ساتھ ہونے والے اس بھائی چارہ نے مدینہ کی معیشت پر اچھا اثر ڈالا ، جس گھر میں ایک ذمہ دار تھا ، وہاں دو کمانے والے ہو گئے ، باغ والے کو مزدور مہیا ہوئے ، تاجروں کو تجربہ کار معاون ملے۔

جلد ہی اس کے نتیجے ظاہر ہوئے ، عبدالرحمٰن بن عوف جب ہجرت کرکے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو سعد بن ربیع انصاری کا بھائی بنایا ، جو صاحبِ حیثیت تھے، سعد نے بھائی کے سامنے مال واسباب کی پیشکش کی ، عبدالرحمٰن نے کہا: مجھے ان سب کی ضرورت نہیں ؛ البتہ بازار کی رہنمائی چاہتا ہوں ، سعد نے بنوقینقاع کے بازار کا راستہ بتایا ، جہاں سناروں کی دُکانیں تھیں ، دن بھر کی محنت کے بعد عبدالرحمٰن رات کو نفع میں کچھ پنیر اور گھی بچا کر لائے ، اور چند ہی دن میں اتنی حالت بہتر کر لی کہ شادی کا انتظام ہو گیا ، اور شادی کر لی۔(۱)

اصحابِ صفہ

مدینہ میں ایک اور گروہ کے معاشی مسائل کا حل بھی ایک اہم مسئلہ تھا ، یہ مکہ مکرمہ اور دیگر مقامات سے مدینہ منورہ کی طرف اسلام کو قبول کرتے ہوئے اپنے وطن کو چھوڑ کر ہجرت کرکے آنے والے متعدد غریب الدیار افراد تھے، جن کے لئے رہنے سہنے کا کوئی ٹھکانہ اور کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ تھا ، اپنے وطن میں انھوں نے گھر بار ، مال و دولت اور اسباب چھوڑا تھا ، ان نو وارد افراد کے لئے مدینہ میں فوراً کسی کام میں جڑنے کی گنجائش نہ تھی ، مدینہ کی معیشت کا اصل دارو مدار کھیتی باڑی اور نخلستانوں پر تھا، جب کہ مکہ سے آنے والے تجارتی پس منظر رکھتے تھے، نیز ان کے پاس کوئی سرمایہ بھی نہ تھا کہ اس کے ذریعہ کاروبار شروع کر سکتے ، انصار مدینہ نے ان مہاجرین کی دلداری اور امداد میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی ، اس کے باوجود بعض مہاجرین کو ٹھکانہ نہ مل سکا ، غزوۂ خندق سے پہلے تک مہاجرین کی آمد کا سلسلہ مستقل طور پر جاری رہا۔

---

(۱) صحیح بخاری، عن عبدالرحمٰن بن عوف: ۲۰۴۸۔

دائمی طور پر نقل مکانی کرنے والوں کے علاوہ مدینہ طیبہ کی طرف علم اور دین کو حاصل کرنے والے وفود کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا، یہ وہ افراد تھے، جو اپنے قبیلوں کے نمائندوں کے طور پر یا خود ذاتی شوق و رغبت سے طلب علم کے لئے حضور ﷺ کے پاس آتے، (۱) ان میں متعدد وارد ین ایسے ہوتے جن کی جان پہچان مدینہ کے کسی قبیلہ سے نہ ہوتی؛ چنانچہ ان کو بھی مستقل یا محدود مدت کے لئے ٹھکانہ فراہم کرنے کی ضرورت تھی، رسول اللہ ﷺ ان تمام افراد کی رہائش اور ضروریات کو پورا کرنے کی فکر کرتے تھے۔

مدینہ آنے کے سولہ ماہ بعد جب قبلہ بیت المقدس سے مکہ مکرمہ کی طرف پھیر دیا گیا، تو مسجد نبوی کی پچھلی دیوار جو قبلہ کی تھی، خالی ہوگئی، رسول ﷺ کے حکم سے اس پر چھت ڈال دی گئی، اس کے اطراف میں کوئی آڑ نہ تھی، جس کی وجہ سے دھوپ، سردی، گرمی اور ہواؤں سے بچاؤ نہیں ہوتا تھا، یہ ایک وسیع چبوترہ تھا، جو بڑی تعداد میں لوگوں کے لئے کافی تھا، حضرت ابو ہریرہؓ ان کے امیر بنائے گئے تھے، اور وہ تمام اہل صفہ کو ان کے حالات اور عبادت کے اعتبار سے پہچانتے تھے، ان غریب الدیار حضرات کے پاس کبھی تن ڈھانکنے کے لئے پورا کپڑا بھی نہ ہوتا تھا، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحابِ صفہ میں سے ستر افراد کو اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ ان کے پاس کپڑے کا پورا جوڑا نہیں تھا، یا تو اوپر کی چادر تھی، یا نیچے کی چادر تھی، جس کو انھوں نے گردن سے باندھ لیا ہوتا، کسی کی ٹخنے تک اور کسی کی پنڈلیوں تک ستر پوشی ہوتی، چادر کو بیچ میں اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے؛ تاکہ بے ستری نہ ہو۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ ان کی مختلف طریقوں سے خبر گیری فرماتے، ان کے پاس بیٹھتے، ان کی دلجوئی فرماتے، ان کو خود قرآن سیکھاتے، ان سے مزاح فرماتے، ٹھکانہ تو چبوترہ پر مل چکا تھا؛ لیکن سب سے اہم مسئلہ ان کے کھانے کی فکر کا تھا، حدیث اور سیرت کی کتابوں میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے لئے حضور ﷺ نے مستقل نظام بنایا تھا، جس سے ان کے خورد و نوش کی ضروریات پوری ہوتی رہتیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز مغرب کے بعد اعلان کیا: جس کے پاس دو آدمی کا کھانا ہے وہ تیسرے کو اپنے ساتھ لے جائے، اگر چار آدمی کا کھانا ہو تو پانچویں شخص کو اور پانچ کا

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب نوم الرجال فی المساجد۔ (۲) صحیح بخاری: ۴۴۲۔

ہے تو چھٹے آدمی کو لے جائے، اور اپنا مہمان بنائے، حضرت ابو بکرؓ نے تین آدمی کو مہمان بنایا، اور خود رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا۔(۱)

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا مغرب کی نماز کے بعد اہل صفہ کے پاس تشریف لے جاتے، اور انصار و مہاجرین میں سے جو لوگ نماز میں موجود ہوتے ان کے ساتھ اصحابِ صفہ میں سے ایک ایک فرد کو روانہ کرتے، فرماتے: اے فلاں! تم اس آدمی کے ساتھ جاؤ، اور تم فلاں آدمی کے ساتھ جاؤ، صفہ کے ایک فرد کہتے ہیں: میں پانچ افراد کے ساتھ بچ گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سب میرے ساتھ آؤ، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، اور اماں جان عائشہؓ کے پاس پہنچے، یہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: عائشہ! کھانا کھلاؤ، انھوں نے ثرید کی قسم کا کھانا پیش کیا، آپ ﷺ نے مزید طلب کیا، انھوں نے دوسرا کھانا پیش کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: پینے کے لئے کچھ لاؤ، انھوں نے دُودھ کا بڑا برتن پیش کیا، جب کھا پی چکے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چاہو تو میرے گھر میں سو جاؤ، چاہو تو مسجد چلے جاؤ، مہمانوں نے مسجد جانا پسند کیا۔(۲)

حضرت ابو ہریرہؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں بھوک کی وجہ سے اپنا جگر زمین سے چمٹا کر پڑا رہتا، اور کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا، ایک دن میں راستہ میں بیٹھ گیا، حضرت ابو بکرؓ کا اِدھر سے گذر ہوا، تو ان سے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں سوال کرنے لگا، مقصد یہ تھا کہ وہ ساتھ لیتے جائیں گے، اور کچھ کھلا دیں گے؛ لیکن انھوں سوال کا جواب دیا اور چلے گئے، پھر حضرت عمرؓ کا اِدھر سے گذر ہوا، تو ان سے بھی میں نے قرآن کے بارے میں سوال کیا، مقصد یہ تھا کہ ساتھ لیتے جائیں گے، اور کچھ ضیافت کر دیں گے؛ لیکن انھوں نے بھی ساتھ نہ لیا، پھر حضرت محمد ﷺ کا گذر ہوا، آپ نے چہرے سے دل کا حال پہچان لیا، اور کہا: ابو ہریرہ! ساتھ چلو، میں ساتھ ہو لیا، گھر میں جا کر حضور ﷺ نے میرے لئے اجازت لی اور اندر بلایا، گھر میں ایک پیالہ دُودھ آیا تھا، پوچھا: یہ کہاں سے آیا، جواب ملا: فلاں صاحب نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: ابو ہریرہ! جاؤ، اہل صفہ کو بلا لاؤ، ابو ہریرہ کہتے ہیں: اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے، جن کا نہ گھر بار تھا،

---

(۱) صحیح بخاری، عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر: ۶۰۲۔ (۲) سنن ابی داؤد: ۵۰۴۰، سنن کبریٰ نسائی: ۶۵۸۶۔

نہ ٹھکانہ، حضور ﷺ کے پاس جب کہیں سے صدقہ کا مال آتا تو ان کے پاس روانہ کرتے، اور جب کوئی ہدیہ بھیجتا تو ان کو بلاتے، اور خود بھی تناول فرماتے، ان کو بھی شریک کرتے، مجھے اس موقع پر انھیں یاد کرنا اچھا نہ لگا، میں نے دل میں کہا: اتنا ذرا سا دودھ اہل صفہ کے کیا کام آئے گا، مجھے ہی دو گھونٹ میسر ہو جاتا تو بدن میں کچھ قوت آ جاتی، جب وہ آئیں گے تو مجھے ہی پلانے کا حکم ہوگا، پھر میرے لئے کیا بچے گا؛ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے چارہ کار نہ تھا، میں گیا، اور ان کو بلا لایا، اہل صفہ آئے، اور اجازت لے کر بیٹھ گئے، حضور ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ، فرمایا: اُٹھو اور سب کو دُودھ پیش کرو، میں نے پیالہ لیا، ایک ایک کر کے پیش کیا، مہمان پیالہ لیتے، اور آسودہ ہو کر نوش کرتے، پھر مجھے پیالہ واپس کر دیتے، میں دوسرے کو دیتا، وہ بھی سیر ہو کر پیتے اور واپس کرتے، میں سب سے فارغ ہو کر حضور ﷺ تک پہنچا، سب لوگ آسودہ ہو چکے تھے، آپ ﷺ نے پیالہ ہاتھ میں لیا، مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا، اور کہا: ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! فرمایا: صرف میں اور تم باقی رہ گئے!! میں نے کہا: بے شک صرف میں اور آپ ہی باقی رہ گئے، فرمایا: بیٹھو اور پیو، میں نے بیٹھ کر پیا، فرمایا: اور پیو، میں نے پھر پیا، حضور ﷺ بار بار فرماتے رہے: پیو، یہاں تک کہ میں نے عرض کیا: خدا کی قسم اب مزید کی گنجائش نہیں، فرمایا: مجھے دو، میں نے پیش کیا، آپ نے اللہ کی تعریف کی، بسم اللہ پڑھی، اور سب کا بچا ہوا نوش فرمایا۔(۱)

حضرت ابو ہریرہؓ ایک اور مرتبہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں: تین دن گذر گئے اور مجھے کھانے کا دانہ نہ مل سکا، میں صفہ کی طرف چل دیا، کمزوری کی وجہ سے راستہ میں گرا جا رہا تھا، اور بچے مجھے دیکھ کر پکار رہے تھے، ابو ہریرہ کو جنون ہو گیا، میں کہتا؛ بلکہ تم کو جنون ہو گیا ہے، اسی حال میں صفہ پہنچا، دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ثرید کا پیالہ رکھا ہوا تھا، اور اہل صفہ ثرید کھا رہے تھے، میں بھی بھیڑ میں اوپر اُٹھ کر جھانکنے لگا؛ تاکہ مجھ بھی بلا لیں، سب حضرات فارغ ہو کر چلے گئے، اور پیالہ کے اندر کچھ کھانا لگا رہ گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو سمیٹا تو ایک لقمہ بن گیا، اسے لے کر مجھے دیا اور کہا: اللہ کا نام لے کر کھالو، میں نے اسے کھایا، اور اللہ کی قسم! میں آسودہ ہو گیا۔(۲)

طلحہ بن عمروؓ کہتے ہیں: جب کوئی شخص مدینہ آتا، تو شہر میں اگر اس کا کوئی واقف کار ہوتا تو

---

(۱) صحیح بخاری: ۶۴۵۲۔ (۲) صحیح ابن حبان: ۶۵۳۳۔

اس کے پاس قیام کرتا، اور اگر واقف کار نہ ہوتا تو صفہ میں قیام کرتا، میں جب مدینہ آیا تو میری جان پہچان کسی سے نہ تھی، صفہ میں ایک شخص کے ساتھ رہنے لگا، رسول اللہ ﷺ کے پاس سے روز آنہ ایک مد کھجور آجاتی، اور ہم تقسیم کر لیتے۔(۱)

انصار کے بعض افراد نے تو اپنے آپ کو اہل صفہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا، جو صرف اہل صفہ کے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے محنت کر کے کمائی کرتے، ان کی تعداد ستر تھی، یہ لوگ مدینہ میں اپنا گھر بار ترک کر کے اصحاب صفہ کے ساتھ ہو گئے تھے، اور قراء کہلاتے تھے، مسجد میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے، دن کو لکڑیاں کاٹ کر لاتے، اور بازار میں فروخت کر کے اصحابِ صفہ اور فقراء کے لئے کھانے کا انتظام کرتے، مسجد میں پانی کا انتظام کرتے، اور رات کو تعلیم کے حلقے لگا کر سیکھتے اور سکھاتے۔(۲)

غرباء کے لئے مسجد نبوی میں کھجور کی شاخیں

مدینہ منورہ میں جو غرباء اور مساکین تھے، ان کے لئے رسول اللہ ﷺ نے انصار کے مشورہ سے ایک انتظام یہ کیا کہ مسجد میں ان کے لئے کھجور کی شاخ لٹکا دی جاتی، اور جو حاجت مند چاہتا اس میں سے کھجوریں جھاڑ کر اپنا پیٹ بھر لیتا، اس سلسلہ کو دراز کرنے کے لئے یہ بات طے ہوئی کہ انصار مدینہ اپنی باری مقرر کر لیں، ہر شخص باری کے دن اپنے باغ سے خوشہ لا کر مسجد نبوی کے ستون سے لٹکا دیتا، اور اس کام کی ذمہ داری حضرت معاذ بن جبلؓ کو دی گئی، (۳) کھجوریں لٹکانے کے لئے انھوں نے دوستونوں کے درمیان ایک رسی باندھ دی تھی، (۴) حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ذمہ داری سے مراد اس کی حفاظت یا تقسیم کا کام تھا۔(۵)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: باغ والے اپنی حیثیت کے مطابق کھجوریں لاتے، کوئی ایک کوئی دو خوشے لاتا، اور مسجد میں لٹکا دیتا، اہل صفہ کے کھانے کا کوئی مستقل انتظام نہ تھا، جو شخص بھوکا ہوتا، وہ آ کر لکڑی سے کھجوریں جھاڑ لیتا، کچی پکی کھجوریں گرتیں اور وہ کھالیتا، (۶) ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زکوۃ کی کھجوریں ہوتیں تھیں، اور ان کا نصاب رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) مسند احمد: ۱۵۹۸۸، صحیح ابن حبان: ۶۶۸۴۔ (۲) صحیح بخاری: ۳۰۶۴، صحیح مسلم عن انس: ۶۷۷۔
(۳) فتح الباری: ۱/۵۱۶۔ (۴) وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ: ۲/۵۱۔
(۵) فتح الباری: ۱/۵۱۶۔ (۶) سنن الترمذی: ۲۹۸۷۔

مقرر کر دیا تھا، ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر دس وسق کھجور میں سے ایک خوشہ مسجد میں مساکین کے لئے لٹکانے کا حکم دیا تھا۔(۱)

اس طرح کی اجتماعی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ آپ ﷺ انفرادی طور پر پیش آنے والی ضرورتوں کو بھی پورا کرتے رہتے تھے، یہ انفرادی ضروریات کئی طرح کی ہوتی تھیں، جن میں مہمانوں کی ضیافت، یتیموں کے ساتھ حسن سلوک اور سماج کے دبے کچلے لوگوں، مثلاً: بیواؤں اور غلاموں کی ضرورتوں کی تکمیل شامل تھی۔

مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک

رسول اللہ ﷺ کے پاس مہمانوں کی آمد کا سلسلہ لگا رہتا، رسول اللہ ﷺ ان کے کھانے کا انتظام کرتے، اور رات کو ٹھہراتے، پھر صبح کو وہ اپنے راستہ پر روانہ ہو جاتا۔

ایک صحابی حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھیوں کا بھوک اور مشقت سے بُرا حال ہو گیا تھا، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، آپ ہم کو لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، آپ نے وہ ہمارے حوالے کر دیں، ہم کئی دن حضور ﷺ کے پاس رہے، بکریوں کا دُودھ نکالتے، اپنا حصہ پی کر حضور کے لئے الگ رکھ دیتے تھے، اور حضور ﷺ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر آتے، اور اپنا حصہ نوش فرماتے۔(۲)

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم شخص آپ کا مہمان بنا، آپ ﷺ نے اپنی ایک بکری کا دُودھ اس کو پیش کیا، اس نے پی لیا، پھر دوسری بکری کا دُودھ نکال کر پیش کیا، وہ بھی پی لیا، اس طرح یکے بعد دیگرے سات بکریوں کا دُودھ پیا۔(۳)

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا، تو آپ اپنے صحابہ میں سے کسی کو مہمان کی ضیافت کا حکم دیتے، حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ نے اپنے گھروں میں کھانے کے لئے کہلا بھیجا، وہاں سے جواب آیا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: کون اس مہمان کی آج ضیافت کرے گا اور اللہ کی

(۱) سنن ابی داؤد، عن جابر: ۱۶۶۲۔

(۲) صحیح مسلم، عن مقداد بن الاسود: ۲۰۵۵۔

(۳) صحیح مسلم، عن ابی ہریرہؓ: ۲۰۶۳۔

رحمت میں داخل ہوگا؟ ایک صحابی حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں کروں گا، یہ کہہ کر وہ مہمان کو اپنے گھر لے گئے، اور پوچھا: کچھ ہے؟ بیوی نے جواب دیا: صرف بچوں کے لئے کچھ ہے، انھوں نے کہا: بچوں کو بہلا کر سلا دو، اور جب مہمان کھانے بیٹھیں تو چراغ بجھا دینا، اور ہم اس طرح ظاہر کریں گے جیسے کھا رہے ہوں، اس طرح مہمان نے پیٹ بھر کر کھایا، اور سب نے بھوکے رات گذاری۔(۱)

یتیموں کے ساتھ حسن سلوک

آپ ﷺ کی تعلیمات میں ہم کو یتیموں کا خاص خیال رکھنے کی تاکید بار بار ملتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''أَنَا وَكَافِلُ اليَتِيمِ فِي الجَنَّةِ هَكَذَا'' یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ اس طرح ہوگا، یہ کہہ کر آپ نے دو انگلیوں کی طرف اشارہ کیا۔(۲)

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، مدینہ میں ایک شخص تھے جن کا نام ابولبابہ بن عبدالمنذر تھا، ان کی پرورش میں ایک یتیم بچہ تھا، جس نے کھجور کے ایک درخت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ابولبابہؓ کی شکایت کی، حضور ﷺ نے دونوں کی بات سن کر ابولبابہؓ کے حق میں فیصلہ کر دیا، یہ سن کر بچہ رونے لگا، اس کی حالت دیکھ کر حضور ﷺ نے ابولبابہؓ سے کہا: یہ درخت مجھے دے دو؛ تاکہ میں اسے یتیم کے حوالہ کر دوں؛ لیکن وہ دینے پر راضی نہ ہوا، حضور ﷺ نے اس سے کہا کہ اچھا اگر تم خود اس یتیم کو دیدو تو تم کو جنت میں اس کے بدلہ ایک کھجور کے درخت کا وعدہ کرتا ہوں، اس پر بھی ابولبابہؓ تیار نہ ہوئے، ایک صحابی وہاں یہ سب دیکھ رہے تھے، وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا اگر میں یہ درخت خرید کر بچہ کو دیدوں تو مجھ کو بھی جنت میں ایسا ہی درخت ملے گا، حضور ﷺ نے کہا: ہاں، یہ سن کر وہ ابولبابہ کے پاس گئے، اور اپنے پورے باغ کے بدلے وہ ایک درخت خرید لیا اور لاکر اس یتیم کو ہبہ کر دیا۔(۳)

سماج کے کمزور طبقات کی خدمت کو آپ ﷺ نے خدا کی عبادت میں رات دن لگے رہنے والے اور اپنی جان کو راہِ خدا میں قربان کرنے والے سے زیادہ ثواب کا عمل قرار دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم، عن ابی ہریرہؓ: ۲۰۵۴۔ (۲) صحیح بخاری، عن سہل بن سعدؓ: ۶۰۰۲۔

(۳) صحیح ابن حبان، عن انسؓ: ۷۱۵۹۔

بیواؤں اور مسکینوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ثواب میں اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، اور مسلسل نماز پڑھنے والے اور بے تکان روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔(۱)

حضور ﷺ کے ایک صحابی عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ ہیں، وہ آپ ﷺ کے اوصاف ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں :

كَانَ رَسُولُ اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الذِّكْرَ ، وَيُقِلُّ اللَّغْوَ ، وَيُطِيلُ الصَّلَاةَ ، وَيُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ ، وَلَا يَأْنَفُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَ الْأَرْمَلَةِ ، وَالْمِسْكِينِ فَيَقْضِيَ لَهُ الْحَاجَةَ ۔(۲)

رسول اللہ ﷺ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ، بے کار باتوں سے پرہیز کرتے ، لمبی نماز پڑھتے ، خطبہ مختصر دیتے ، بیوہ عورت یا مسکین آدمی کسی کام کے لئے چلنے کا تقاضا کرتا تو اس کے ساتھ جانے میں ذلت محسوس نہ کرتے ؛ بلکہ ان کے ساتھ جا کر ان کا کام پورا کر دیتے۔

ہندوستان کے مشہور شاعر مولانا الطاف حسین حالیؒ نے اپنے اشعار میں آپ ﷺ کی ان صفات کو اس طرح بیان کیا ہے :

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

● ● ●

(۱) صحیح بخاری، عن ابی ہریرہؓ: ۲۹۸۲۔ (۲) سنن نسائی: ۱۴۱۴۔